قرآن وحدیث کی رواداری کی تعلیم کی نتیجہ میں غیر مسلم خواتین کا قبول اسلام

مسز بشریٰ بیگ

قرآن تعلیم: قرآن حکیم کی ساری تعلیمات احترام آدمیت اور احترام مذہب پر مبنی ہے۔ چنانچہ یہ حکم دیا گیا کہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو برا نہ کہا کرو۔ قرآن کریم نے دوسرے مذاہب کے بارے میں مسلمانوں کا رویہ صاف بیان فرمادیا کہ " **ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰہ**"۔ (۱) ترجمہ: "یعنی اے مسلمانو! تم ان کے ان معبودوں کو برا بھلا مت کہو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔" اس کا صاف مطلب ہے کہ اسلام میں کسی دوسرے مذہب کے لوگوں کو برا بھلا کہنا یا طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا بالکل منع ہے اور یہ نہی مکہ میں نازل ہوئی گویا ابتدائے اسلام سے ہی یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ تمام مذاہب خواہ وہ آسمانی ہوں یا غیر آسمانی سب کو اسلام کے ساتھ زندہ رہنا ہے اور زندہ رہنے کا حق ہے۔ کسی بھی مذہب کے پیرو شخص کے مذہبی رجحانات اور جذبات پر کسی قسم کا طعن کر کے ان کو مجروح نہیں کیا جاسکتا۔

مدینہ طیبہ میں ۸ھ تک اسلامی حکومت میں جتنے غیر مسلم تھے وہ رعایا کی شکل میں نہ تھے بلکہ قبائلی زندگی میں جس طرح تمام قبائل برابری کے حقوق کے حق دار ہوتے ہیں اسی طرح میثاق مدینہ کی رو سے تمام قبائل یعنی اوس وخزرج وغیرہ اسلامی حکومت سے معاہدہ کر کے اس ڈھیلی ڈھالی ریپبلک میں برابر کے شریک تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کو ایک سربراہ کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی جو سیاسی تفوق سے زیادہ شخصی کردار کی بنیاد پر قابل احترام ہو، اور اسے معاملات کا فیصلہ کرانے میں حکم مان لیا گیا ہو۔ ۸ھ میں جب خیبر فتح ہوا تو یہودی بستیوں پر غلبہ حاصل کر لینے کے بعد ان پر جزیہ لگایا گیا جو ایک تاوان جنگ کی صورت میں تھا۔

اسلامی حکومت میں وسعت ہوئی اور مسلمانوں کو ۱۰ھ تک تمام جزیرۃ العرب پر غلبہ حاصل ہوگیا

ایم اے، ایم فل اسلامیات، فاضل عربی

اب غیر مسلم رعایا کا مسئلہ پیدا ہوا دنیا کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے۔ کہ فاتح قوم نے کبھی بھی مفتوح اقوام کو اپنے برابر کے حقوق نہیں دیئے زمانہ قبل از تاریخ سے لیکر آج تک کی تاریخ میں ایسے ہزار ہا واقعات مل جائیں گے کہ فاتح قوم نے نہ صرف یہ کہ مفتوح قوم کو غلام بنایا بلکہ ان کے مذہب ثقافت اور معیشت تک کو برباد کیا۔

جب مسلمان غالب ہوگئے اور جزیرۃ العرب میں بسنے والے دیگر مذاہب کے پیرو لوگ جو ان کے رسول اور دین کو نہیں مان رہے تھے اور ہمیشہ سے ان سے برسر پیکار رہے تھے مسلمان ان کو اپنا آبائی دین چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کر سکتے تھے اس لئے کہ وہ غالب تھے۔ لیکن قرآن حکیم نے صاف صاف بتا دیا کہ مسلمان غالب ہوں یا مغلوب ان کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی دوسرے مذہب کے پیرو کو مجبوراً مسلمان بنائیں۔ ارشاد ہوا ''لا اکراہ فی الدین'' (۲) ترجمہ: ''دین میں کوئی جبر نہیں ہے'' بنیادی اصول بتا دیا گیا ہے کہ دین کے قبول کرنے میں یا کسی دین کو رد کرنے میں کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی حکومت کی رعایا مشرک رہنا چاہتی ہے تو رہے۔ اہل کتاب (عیسائی یا یہودی) یا صابی یا مجوسی کوئی بھی کوئی بھی مذہب جو اسکا ہو وہ رکھے اسلامی حکومت یا اسلام یہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا مذہب اس کی حدود میں زندہ نہ رہے بلکہ اگر کسی حد تک اشتراک عمل ممکن ہو تو اسلام اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے مثلاً اہل کتاب اور اہل توحید میں جہاں تک اشتراک عقائد ہے یا اشتراک عمل کی راہیں نکل سکتی ہیں اسلام ان میں مل جل کر رہنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (۳) ترجمہ: ''یعنی اے اہل کتاب جو باتیں ہم لوگوں میں متفق علیہ ہیں آؤ اس پر تو مل کر عمل کریں۔ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کچھ لوگ کچھ دوسرے لوگوں کو اللہ کے سوا رب نہ سمجھیں گے''

قرآن حکیم میں مذہبی عبادت گاہوں کے احترام میں ایک ایسا اشارہ بھی ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت گاہیں خواہ مسلمانوں کی ہوں یا غیر مسلموں کی سب کی سب یکساں محترم ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوة ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيراً (۴) ترجمہ: ''اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کا زور ایک دوسرے کے ذریعہ نہ گھٹاتا تو گرجے کنائس، عبادت خانے اور مسجد جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے منہدم ہو گئے ہوتے۔''

اس آیت سے بطور اشارۃ النص یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے جہاد کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہ عبادت خانے جو مذاہب سابقہ میں اللہ کی یاد سے معمور تھے ان کو بے حرمتی سے بچایا جائے۔

کیونکہ زمانہ نزول قرآن میں اسلامی قلمرو میں غیر مسلم رعایا کے ساتھ مسائل بہت کم پیدا ہوئے جو غیر مسلم رعایا تھی ان کے ساتھ حضور اکرمؐ نے جو معاہدات کئے ان پر من وعن عمل ہوتا رہا اس لئے قرآن حکیم میں اس کی بابت بہت کم احکام دیئے گئے لیکن حضور اکرم ﷺ نے جتنے بھی معاہدات کئے وہ سب کے سب انہی آیات سے ماخوذ ہیں اسلامی حکومت کا کاروبار چلانے کے لئے قانون سازی کا سب سے پہلا مآخذ خود قرآن حکیم ہے اور دوسرا بڑا مآخذ سنت نبویؐ ہے حضور اکرم نے جتنے بھی معاہدہ غیر مسلم رعایا سے کئے، اسلامی حکومت کے لئے وہ سب اقلیتی امور کے قوانین کا مآخذ ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ آپ کا اپنا سلوک غیر مسلم رعایا کے ساتھ بطور حکمراں کیا رہا۔

حدیث میں غیر مسلموں سے حسن سلوک کی تعلیم

حضور اکرم ﷺ کا غیر مسلم رعایا سے حسن سلوک معلوم کرنے کے لئے یہ ایک فرمان ہی کافی ہے جو ابوداؤد میں نقل ہوا ہے: الامن ظلم معاهداً او انتقصه او كلفه فوق طاقته او اخذ منه شيئا بغير طيب نفس فانا حجيجه يوم القيامة (۵) ترجمہ: ''خبردار جس کسی نے معاہد (اقلیتی فرد) پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا یا اس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس سے کوئی چیز اس کی خوشی کے بغیر لی تو میں بروز قیامت اس کی طرف سے (مسلمان کے خلاف) جھگڑوں گا'' یہ صرف ایک تنبیہ ہی نہیں بلکہ یہ ایک قانون ہے۔ جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ملک میں

جاری تھا اور جس پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ یحیٰی بن آدم القرشی کتاب الخراج میں ایک روایت نقل کرتے ہیں: **ان رجل من المسلمین قتل رجلا من اھل الکتاب فرفع إلى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا احق من وفی بذمتہ ثم امر بہ** (۶) ترجمہ: ''یعنی ایک مسلمان نے ایک اہل کتاب کو قتل کر دیا اور وہ مقدمہ نبی کریم ﷺ کے پاس فیصلہ کے لئے آیا انہوں نے کہا کہ میں اہل ذمہ کا حق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں چنانچہ آپ نے قاتل کے بارے میں قتل کرنے کا حکم دیا گیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔''

حضور اکرم ﷺ ذمیوں کے بارے میں مسلمانوں کو ہمیشہ متنبہ فرماتے تھے چنانچہ آپ نے ایک دن معاہدین کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: **من قتل معاھد الم یرح رائحۃ الجنۃ وان ریحھا لتوجد من مسیرۃ اربعین عاما** (۷) ترجمہ: ''جس کسی نے کسی معاہدہ کو قتل کیا ہو جنت کی ہوا بھی نہیں پائے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہے۔'' اسلام کی یہی شاندار تعلیمات ہیں جن کا مطالعہ کر کے بے شمار غیر مسلم اسلام کے اسیر ہو گئے ان میں سے صرف چند واقعات بطور نمونہ یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔

میں نے محبت کے خاطر اسلام قبول نہیں کیا انگریز دوشیزہ سارہ جوزف کی دل چسپ داستاں

رومن کیتھولک عیسائی عقیدے کی حامل، برطانوی دوشیزہ سارہ جوزف کو فقط سولہ برس کی عمر ہی سے اسلام میں غیر معمولی کشش محسوس ہونے لگی تھی جس کے نتیجے میں اس نے بالآخر عین نوجوانی میں اسلام قبول کر لیا۔ سارہ جوزف نے ان حالات اور واقعات پر روشنی ڈالی ہے جو قبولِ اسلام کا باعث بن گئے۔

میں ہمیشہ سے بہت مذہبی واقع ہوئی ہوں۔ میری امّی کا کہنا ہے کہ کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا جب میں نے خدا کا ذکر نہ کیا ہو! دوپہر کے کھانے کے وقفے میں، عشائے ربانی کی رسوم ادا کرنے کی غرض سے میں عام طور پر گرجا گھر چلی جاتی تھی۔ اتوار کو علی الصباح بیدار ہو کر عبادت کے لئے جانا بھی میرے معمولات میں شامل تھا۔ میرے والدین کو مذہب سے میری شیفتگی کی کچھ زیادہ پروانہ تھی

کیونکہ وہ دونوں میری طرح مذہب سے اتنی دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔دس برس کی عمر میں مجھے یہ احساس ہو چلا تھا کہ ایٹمی اسلحہ انسانیت کے لئے کتنی بڑی تباہی لاسکتا ہے، چنانچہ چھوٹی سی عمر ہی سے میں نے ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری کے خلاف کیے جانے والے احتجاجی مظاہروں میں شریک ہونا شروع کر دیا تھا۔میں اُس زمانے میں رونالڈ ریگن، یوری اندروپوف اور مسز مارگریٹ تھیچر کے نام خطوط میں،اُن سے درخواست کرتی تھی کہ وہ اپنے اپنے ایٹمی اسلحے کے ذخیروں کو تباہ کر دیں۔سماجی انصاف کا مجھے نہایت گہرا شعور تھا اور مجھے پختہ یقین اور اعتماد تھا کہ میں بلکل صحیح نظریات اور درست اندازِ فکر کی حامل ہوں۔اس کا سبب غالباً یہ تھا کہ بہت چھوٹی عمر سے مجھے بڑوں کی صحبت میں بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے کا موقع مل گیا تھا کیونکہ میری والدہ ایک ماڈلنگ ایجنسی چلا رہی تھیں۔سچ پوچھیے تو میری پرورش اور تربیت بھی وہیں ہوئی ہے۔

ہمارے مکان پر سبھی مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کا آنا جانا تھا،اُن میں یہودی،عیسائی اور مسلمان سبھی شامل تھے۔یہی وجہ تھی کہ میں اور میرے دیگر بہن بھائی مذہبی تعصبات سے ہمیشہ دور ہی رہے۔اس کا اندازہ آپ کو اس واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ میرے بھائی کو بھارت کی ایک مسلمان لڑکی سے اتنا شدید عشق ہوگیا کہ اس سے شادی کی غرض سے اس نے اسلام قبول کرلیا۔میرے والدین نے تو اپنے بیٹے کے اس فیصلے پر کوئی بڑا ہنگامہ برپا نہیں کیا،تاہم میں نہ جانے کیوں،بہت زیادہ خوف زدہ ہوگئی! کچھ عرصے بعد میری بھاوج حاملہ ہوگئی۔بچے کی پیدائش کے بعد اس کا جو نام رکھا گیا وہ میرے لئے قطعاً اجنبی اور نامانوس سا تھا۔اپنی پرورش،اور مذہبی رجحانات کے سبب میں خود ہی اپنے تعصبات کا شکار ہوتی جارہی تھی۔میں نے اس صورتحال کو ذہنی طور پر اب تک قبول نہیں کیا تھا۔بہرکیف جس انداز سے میری تربیت ہوئی تھی،اس نے مجھے یہ سمجھنے میں بڑی مدددی کی ''دنیا میں ہر خوف کی بنیاد درحقیقت لاعلمی پر ہی ہوتی ہے۔'' چنانچہ اپنی اس لاعلمی کو دور کرنے کی غرض سے میں نے اسلام کے بارے میں معلومات کی تحقیق اور تلاش شروع کردی۔اس مطالعے اور تحقیق کے دوران یہ حقائق بھی مجھ پر منکشف ہوئے کہ کیتھولک چرچ کی تاریخ میرے لئے قطعاً قابلِ قبول نہیں ہے۔یہ سب کچھ میرے لئے بہت تکلیف دہ تھا۔گویا ایک ایسے عقیدے پر میرا ایمان ختم ہو چکا تھا جو کبھی میرے لئے خوشی اور مسرت کا سرچشمہ تھا۔چند لمحوں کے لئے میں نے محسوس کیا جیسے میں برزخ میں ہوں۔عجیب عجیب طرح کے

خیالات ذہن کو ستانے لگے۔ ''آخر مذہب کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم کسی مذہب اور عقیدے کے بغیر ہی خدا کے وجود پر یقین کر کے اس کی عبادت کرتے رہیں۔''

بہرطور جوں جوں، میں اسلام کا مطالعہ کرتی گئی اس میں دل چسپی اور کشش بڑھتی ہی چلی گئی۔ یہ عیسائیت سے بہت حد تک مشابہ ہونے کے باوجود، اس سے مختلف بھی ہے! قرآن کی رُو سے آدم اور حوّا دونوں ہی باغِ عدن سے نکالے جانے کے ذمّے دار ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بالآخر انہیں معاف کر دیا ہے۔ اسلام میں عیسائیت کی طرح گناہِ ازلی کا کوئی تصوّر موجود نہیں ہے۔ کیتھولک چرچ کی تعلیمات میں موجود، ازلی گناہ کے تصوّر کو میرے ذہن نے کبھی قبول نہیں کیا تھا۔

میرے نزدیک یہ ایک فضول سی بات تھی! چنانچہ جب میں نے قرآن میں ''ازلی گناہ'' کے حوالے سے کوئی آیت نہیں دیکھی، تو مجھے بڑی طمانیت کا احساس ہوا۔ یوں اسلام سے میری وابستگی، رفتہ رفتہ بڑھنے لگی اور میں خود کو اس کی تعلیمات سے زیادہ قریب محسوس کرنے لگی تھی۔ تاہم ابھی تک وہ لمحہ نہیں آیا تھا، جب میں اسے باقاعدہ طور پر قبول کرنے کے بارے میں کچھ سوچ سکوں یا کوئی واضح فیصلہ کر سکوں! وہ گھڑی ابھی نہیں آئی تھی جب میں نے اپنے والدین کو ان خیالات سے آگاہ کیا تو گویا اُن پر آسمان گر پڑا۔ میرے بھائی نے عشق میں مبتلا ہو کر اپنا مذہب تبدیل کیا تھا لیکن میں تو کچھ نہیں کر رہی تھی۔ میں تو صرف مذہب کے نظریئے کے تحت ایسا کر رہی تھی۔ لیکن یہ سب کچھ برداشت کرنا ان کے لئے خاصا مشکل تھا۔ سر پر حجاب لینے کو یہ لوگ ناگوار تصور کرتے تھے۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ ایک ماڈل ایجنٹ کی بیٹی، جس کی عمر فقط سولہ برس ہے، حجاب سر پر رکھے جا رہی ہے؟ بہرحال میرے نزدیک اس کی بڑی اہمیت تھی۔ آپ کسی شخص کے بارے میں اندازہ اُس کی گفتگو اور بات چیت سے لگاتے ہیں نہ کہ اس کے ظاہری اطوار اور لباس سے! انسان کے پاس، اپنی پسند اور ناپسند کے انتخاب کی آزادی ہونا ضروری ہے! چنانچہ جہاں تک عبادت، روزے اور حجاب پہننے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں مکمل آزادی پر یقین رکھتی ہوں۔ جب میں اکیس برس کی عمر کو پہنچی تو محمود سے میرا تعارف ہوا، جو اب میرے شوہر ہیں۔ میرے باس اور ان کے دوست کا یہ خیال بجا طور پر صحیح اور درست تھا کہ ہم خیال اور ہم مسلک لوگ زیادہ بہتر ازدواجی زندگی گزار سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے محمود سے شادی کا فیصلہ کر لیا، ہم دونوں کے والدین نے ہمیں اپنی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ ہماری شادی کو آپ جدید طرز کی

طے شدہ شادی قرار دے سکتے ہیں۔

گیارہ ستمبر کے بعد ہم دونوں لیکچر دینے کی غرض سے دورے پر روانہ ہو گئے۔اسی دوران اسلام کے بارے میں جاننے اور اس کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنے کا ایک جذبہ اور جنون مغرب میں پیدا ہو چلا تھا۔ہم دہشت گردی اور تشدد کی بھرپور مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی وضاحت بھی کیا کرتے تھے کی مسلمان ہونے کا مطلب کیا ہے اور ایک مسلمان کی ذمہ داریاں اور فرائض کیا ہوتے ہیں؟ اس طرح ہمارے جذبات کی عکاسی بھی ہوجایا کرتی تھی میرے سب سے چھوٹے بچے کی عمر اس وقت فقط تین ہفتہ تھی اور بعض اوقات لیکچر دیتے وقت مجھے بچے کو ساتھ ہی رکھنا پڑتا تھا ۔رفتہ رفتہ میں نے محسوس کیا کہ جن باتوں کے ہم مخالف ہیں،صرف ان کا تذکرہ کر کے ہم اپنے آپ کو ٹھیک طور سے متعارف کرانے میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے،ہمیں لوگوں کو یہ بھی بتانا ہوگا کہ ہمارا بنیادی مقصد اور حقیقی نصب العین کیا ہے؟مسلم کمیونٹی اتنی متنوع ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کمیونٹی کا احساس خودی اور مخصوص کلچر کے حوالہ سے اس کا شعور اور ادراک بھی بڑھتا جارہا ہے، چنانچہ ہم لوگوں نے ''امید'' کے عنوان سے ایک میگزین جاری کیا ہے جس میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسلمان دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کی مانند بالکل نارمل ہوتے ہیں اس طرح ہم مسلم کمیونٹی میں ایک نئی زندگی اور خوشگوار مستقبل کا پیغام عام کرنے میں مصروف ہیں۔اس میگزین کو توقع سے کہیں بڑھ کر کامیابی حاصل ہوئی اور اب غیر مسلم بھی اس کو خرید کر پڑھتے ہیں۔

یہ سب کچھ بہت اچھا لگ رہا ہے نوجوان مسلمانوں کی بھی اپنی ایک آواز،ان کے اپنے ملک میں ہونا بہت ضروری تھی۔معاشرے سے اجنبیت اور الگ تھلگ ہونے کے محسوسات سے خود کو آزاد کر پائیں گے!میں مغربی اور اسلامی دونوں ہی کلچرز سے بخوبی واقف ہوں اس لئے اپنی بنیادی اور ضروری ذمہ داری محسوس کرتی ہوں کہ ان دونوں مذاہب عیسائیت اور اسلام کے پیروکاروں کے مابین سنجیدگی کے ساتھ مکالمہ، تبادلہ خیال اور گفت وشنید ہونی چاہئے۔آپ کو کوئی نہ کوئی موقف تو اختیار کرنا ہی ہوگا ایک ایسا موقف جو ایسی دنیا کی تخلیق کو ممکن بنا سکے جہاں میرے بچے آزادی کے ساتھ پروان چڑھ سکیں، اور اگر وہ چاہیں تو اسلام کو قبول بھی کرسکیں ایسی ہی دنیا ہم سب کے لئے ایک محفوظ ترین مقام ثابت ہوسکتی ہے۔(۸)

بیگم مولانا عزیز گل (انگلستان) مترجم و مفسر قرآن

مولانا عزیر گل شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ساتھ اسیر مالٹا ہوئے۔ ایک عورت نے مولانا حسین احمد مدنی کے ذریعہ اسلام قبول کیا، وہ اپ نے قبول اسلام کی روداد بیان کرتی ہیں:۔

میں اپنے والد چارلس ایڈورڈ اسٹیفور کی ساتویں لڑکی ہوں۔1885ء میں حیدر آباد سندھ میں عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئی۔ عیسائیوں کے بہت سے فرقے ایک دوسرے کو جہنمی کہتے ہیں۔ میں نے فلسفہ کا مطالعہ کیا، مجھے بائبل میں کئی تضاد نظر آئے میں نے ہندو مذہب اختیار کرلیا۔ میں سخت بیمار ہوگئی اور علاج کیلئے فرانس جانا پڑا۔ میرے سات آپریشن ہوئے اور زندگی کی کوئی امید نہیں تھی۔ لہٰذا میں نے موت کی تیاری کا سوچ لیا اور واپس ہندوستان آ کر سنیاس لے لیا اور 108 اپنشد پڑھے۔ یہاں مجھے تضاد نظر آیا اور مجھے محسوس ہوا کہ سنیاس سے بجائے روحانی سکون کے نفسیاتی کشمکش میں اضافہ ہوا۔ میں نے ایک آشرم کھولا جس میں نوجوان لڑکوں کی اخلاقی تربیت کا انتظام کیا، اس آشرم میں مذہب کی کوئی قید نہیں تھی۔ وہاں ایک مسلمان لڑکا آیا جو والدین کے لئے مسئلہ بنا ہوا تھا۔ میں نے سوچا جب تک میں اسلام کے بارے میں نہیں پڑھوں گی اس لڑکے کی تربیت نہ کرسکوں گی۔ میں نے قرآن پڑھنا شروع کردیا۔

اب تک میں مسلمانوں سے ڈرتی تھی انہیں ڈاکو اور ظالم سمجھتی تھی۔ قرآن نے میری آنکھیں کھول دیں۔ تمام مستشرقین نے اسلام کی انتہائی غلط تصویر پیش کی تھی۔ وہ مذہب جسے وہ خونخوار بھیڑیوں کا مذہب سمجھتی تھی مکمل سچائی کا دین نکلا۔ مجھے لگا مجھے قرآن موت سے زندگی کی طرف بلا رہا ہے۔ مشکل یہ تھی کہ میں ایک مقدس خانقاہ کی راہبہ تھی اور لوگ مجھے پیار سے ماں کہتے تھے۔ اگر میں مسلمان ہوگئی تو لوگ مجھے کیا کہیں گے۔ آخر کار میں نے اسلام قبول کرلیا۔ مگر اب مشکل یہ آ گئی کہ مسلمانوں نے مجھے مسلمان ماننے سے انکار کر دیا۔ آخر میں اپنی لڑکی کے ساتھ دیوبند گئی اور مولانا حسین احمد مدنی سے ملی۔ میں نے ان سے پوچھا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں مولانا نے ایک

زوردار قہقہہ لگایا اور کہا تمہیں اس میں شک کیوں ہے۔ مولانا نے اپنے ایک دوست مولوی عزیز گل کو میری تعلیم پر مامور کر دیا۔ میں نے مولانا سے پردہ اور دوسرے مسائل پر بات کی میں سمجھتی تھی یہ مولانا بہت تنگ نظر ہونگے۔ مگر بعد کو پردے کی حقیقت مجھ پر کھلی تو میں ان کی وسعت نظر کی قائل ہوگئی۔

میں اسلامی تعلیم میں مصروف تھی کہ میرے شوہر کا خط آیا کہ اگر میں فوراً انگلستان نہ آئی تو وہ مجھے چھوڑ دیں گے۔ مجھے نہ تعجب ہوا اور نہ افسوس۔ کیونکہ مسلمان ہونے کے بعد میں ویسے بھی ان کی بیوی نہ رہ سکتی تھی۔ عزیز گل صاحب کو جب پتہ چلا تو انہوں نے میرا ہاتھ تھامنے کی پیشکش کی۔ جو میں نے قبول کرلیا۔ ان کے گھر غربت اور افلاس تھا۔ مگر عزیز گل سے میں نے سیکھا کہ خود بھوکے رہ کر مہمانوں کی تواضع کرو مجھے ان کے گھر حقیقی راحت وسکون ملا۔ وہ بہت مہربان شوہر ثابت ہوئے۔

محترمہ مریم جمیل (امریکہ) : یہ یہودی خاندان میں پیدا ہوئیں۔ اسلام قبول کر کے وہ پاکستان آ گئیں۔ اور ایک درجن سے زائد کتابیں دین اسلام پر لکھ چکی ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل کتابیں ہیں۔

اسلام اور جدیدیت Islam and Modernism

اسلام تھیوری اور عمل میں Islam in Theory and Practice

مغربی تہذیب اپنے آپ کو رد کرتی ہے Western Civilization Condemns Itself

اپنے بارے میں خود بیان کرتی ہیں

قرآن سے میرا تعارف عجیب طریقہ سے ہوا۔ مجھے بچپن سے موسیقی کا بہت شوق تھا۔ ایک روز میں نے عربی موسیقی سنی اور اس کے بعد سورۃ مریم کی تلاوت ایک قاریہ سے سنی جس نے مجھے مسحور کر دیا۔ عربی زبان سے لگاؤ ہوا تو میں نے عربوں کے بارے میں پڑھنا شروع کر دیا۔ 1953ء میں سخت بیمار پڑی۔ میری ماں نے پوچھا کہ میں پڑھنے کیلئے کس کتاب کی فرمائش کروں شام کو انہوں نے مجھے جارج سیل کا ترجمہ لاکر دیدیا۔ جارج سیل سخت متعصب اور تنگ نظر عیسائی مبلغ

تھا۔ چنانچہ میں اسے بالکل نہ سمجھ سکی تین دن اور تین رات مسلسل پڑھتی رہی حتیٰ کہ تھک کر سوگئی۔ قسمت سے مجھے محمد مارماڈیوک پکتھال کا ترجمہ مل گیا۔ جونہی اسے پڑھا مجھے خوشگوار انکشافات ہوئے۔ دیباچہ میں مترجم نے لکھا ہے کہ جو شخص قرآن پر ایمان نہیں رکھتا وہ اس کے ترجمہ کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ مجھے فوراً احساس ہوگیا کہ مجھے سیل کے ترجمہ میں لطف کیوں نہیں آیا۔ قرآن اور اس کے بعد کی عربوں کی تاریخ دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا کہ عربوں نے اسلام کو سربلندی عطا نہیں کی بلکہ اسلام کے طفیل عرب دنیا بھر میں کامیاب و بامراد رہے۔ مجھے یقین ہوگیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ محمد ﷺ کی دماغی کاوشوں کا نتیجہ نہیں ہے۔

نوٹ:۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے ''اسلام قبول کر کے تم اسلام پر کوئی احسان نہیں کر رہے بلکہ یہ اسلام کا تم پر احسان ہے کہ تم نے اسلام قبول کرلیا''

میں بچپن سے موت کے تصور سے بہت خوفزدہ تھی۔ مجھے کچھ نہیں معلوم تھا کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا آدھی رات کو موت کے خوف سے چیخنے لگتی۔ تالمود اور انجیل میں عقیدہ آخرت بہت مبہم ہے تالمود تو برملا کہتی ہے کہ بدترین زندگی بہترین موت سے بہتر ہے۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے مجھے پتہ چلا کہ جو کوئی نیک کام خالص خدا کی رضا کیلئے کیا جائے گا اس کا اگر دنیا میں پھل نہ بھی ملے تو آخرت میں تو ضرور بالضرور ملے گا۔ (نوٹ۔ حدیث شریف میں ہے انسان کے وہ اچھے عمل جن کا انعام دنیا میں نہیں ملا جب آخرت میں انسانوں کو ان کا انعام دکھایا جائے گا وہ اس قدر بڑا ہوگا کہ وہ کہے گا کہ کاش مجھے دنیا میں کسی بھی نیکی کا انعام نہ ملتا۔ سارے انعام آخرت میں ملتے)

پھر نبی کریم ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کیا۔ رات کے اکثر حصہ میں عبادت اور دن بھر کام۔ آپ کا اپنی بیویوں سے سلوک انتہائی منصفانہ اور مثالی پایا۔ انصاف اور عدل ایسا کہ دشمن بھی منصف آپ ہی کو بنائیں۔ لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ نے ہاتھ دکھایا کہ چکی پیتے پیتے چھالے پڑ گئے، پانی کی مشک اٹھا اٹھا کر پیٹ زخمی ہوگئی اور درخواست کی کہ ایک کنیز انہیں دے دی جائے تو انہیں تسبیح

(ایک طرح کی عبادت) کی تلقین کی اور کہا کہ دوسرے غریبوں کی مالی مدد کو تمہاری ضرورت پر اولیت ہے۔ آپ شگفتہ مزاج، خوش بیان تھے بچوں کے ساتھ خوشی سے کھیلتے تھے۔

نوٹ:۔ اپنے کپڑوں پر پیوند خود لگاتے، اپنے جوتے خود گانٹھتے، محلے کے یتیم اور بیواؤں کے کام کرتے، ان کی بکریوں کا دودھ نکالتے۔ زندگی بھر کبھی اپنی ذات کی وجہ سے کسی سے انتقام لینا تو درکنار کسی کو تھپڑ بھی نہیں مارا۔ نہ اونچی آواز سے ڈانٹا (صرف چہرہ کے تاثرات سے پتہ چلتا تھا کہ آپ کو بات ناگوار گزری) نبوت کی پوری زندگی کبھی لگاتار دو وقت چولھا نہیں جلا۔ اور ایسا کئی بار ہوا کہ کئی کئی دن گھر میں چولہا نہیں جلا۔ کبھی کسی فقیر اور محتاج کو انکار نہیں کیا۔ خواہ اس کی وجہ سے گھر میں فاقہ ہی کیوں نہ ہو۔ جب اسلامی حکومت قائم ہوگئی اور آپؐ اس کے سربراہ تھے اور سونے چاندی کے ڈھیر لگنے شروع ہوگئے۔ اس وقت تین دن تک گھر میں داخل ہی نہیں ہوئے۔ جب تک وہ سارا مال غریبوں میں تقسیم نہیں کر دیا۔ جب امہات المومنینؓ (آپ کی بیویاں) نے تین دن گھر میں نہ آنے کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ اگر ان دنوں میں میری وفات ہو جاتی تو کیا محمد ﷺ اس حال میں اپنے خدا کے پاس جاتا کہ پیچھے مال و دولت کے ڈھیر چھوڑ کر جاتا۔ فیاضی کا یہ عالم تھا کہ ایک یمنی چادر آپ کو پسند تھی کسی نے تعریف کی اسی وقت اتار کر اس کو دیدی۔ رحم کا یہ حال تھا کہ جو شخص آپؐ کو قتل کرنے آیا وہ پکڑا گیا۔ زہر میں ڈوبا ہوا خنجر بھی اس کے پاس سے ملا (اس نے قبول بھی کر لیا آپ کو قتل کرنے کیلئے آیا تھا) مگر اسے معاف کر دیا۔ شہر (مکہ) جہاں کفار نے آپ پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ حتیٰ کے آپؐ کے قتل کا منصوبہ بھی بنایا (اسی رات اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے)۔ ہجرت کے بعد اور دس سال مدینہ میں رہے۔ اور جب دوبارہ دس ہزار کی فوج سے آ کر مکہ پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت اہل مکہ خود سمجھ رہے تھے کہ ہمارے گناہ اس قدر سنگین ہیں کہ ہر ایک کو قتل کر دیا جائے گا (یہی اس زمانے کا رواج اور قانون تھا)۔ تو سب کو معاف کر دیا۔ کسی شخص کو کوئی سزا تک نہیں ملی حتیٰ کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ، جس نے آپؐ کے چہیتے چچا اور دودھ شریک بھائی حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا اور ان کی لاش کا مثلہ کر کے ان

کی ناک، کان کاٹ کر اس کا ہار گلے میں پہن کر ناچی تھی۔ اس کو بھی معاف کر دیا۔ اپنے ہی چھوڑے ہوئے شہر مکہ کو جب فتح کیا تو اپنی جائدادیں انہی کو بخش دیں کیا دنیا پوری انسانیت کی تاریخ میں ایسے فاتح کی مثال دے سکتی ہے؟

دن میں سارے دنیاوی کام اور رات بھر عبادت۔ دوسروں کو صرف رمضان میں روزے رکھنے کی تلقین اور خود تقریباً سال میں سو 100 دن روزوں سے رہتے۔ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر ہو یا میدان جنگ میں خندق کی کھدائی۔ خود مزدوروں کی طرح کام کیا۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر خود لاتے۔ صبح شام (فجر کی نماز اور عصر کے بعد) درس و تدریس کا کام۔ صحابہ کی وہ ٹیم تیار کر دی کہ دنیا اس کی مثال دینے سے قاصر ہے۔ جب اسلامی حکومت قائم ہوگئی اور مال و دولت کی فراوانی ہوگئی تو امہات المومنینؓ نے درخواست کی کہ گھر کے خرچہ کیلئے کچھ اضافی رقم دیدی جائے تو جواب دیا کہ محمد ﷺ اور ان کی بیویوں کو یہ زیب نہیں دیتا۔ جس کو یہ فقر و فاقہ کی زندگی پسند نہ ہو وہ مجھ سے طلاق لے لے۔

مریم جمیلہ مزید لکھتی ہیں:

میں نے قرآن و حدیث کے علاوہ اسلام پر دوسری کتابیں مثلاً اسلامی فقہ، امام غزالی کی احیاء العلوم علاوہ ازیں ابن خلدون، علامہ اقبال، علامہ محمد اسد (نومسلم مسلمان) کی روڈ ٹو مکہ (اس کتاب نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اس میں بتایا گیا کہ آسٹریا کے ایک یہودی نے مغربی تہذیب کی کھوکھلی اقدار کو ٹھکرا کر کس طرح اسلام کے دامن میں سکون پایا۔) آخر کار میں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر لیا۔ نیویارک کے اسلامی مرکز میں مسلمانوں سے ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا۔ وہاں میں نے لوگوں کو نماز ادا کرتے دیکھا۔ جس کا میرے دل پر بہت اچھا اثر پڑا۔ مجھے اسلام کے دین حق ہونے کا یقین ہو چکا تھا۔ میں نے اپنے نئے نظریات پر مضامین لکھے جو کئی ممالک کے جریدوں میں چھپے۔ ان مضامین میں میں نے اسلام اور مغربیت کا مقابلہ کیا۔ میں محمد اسد کی کتاب کا اسلام ایٹ کراس روڈ (Islam at Cross Road) سے بھی بہت متاثر

ہوئی۔ میرے مضامین کی اشاعت نے دنیا بھر کے مسلمانوں سے میرا رابطہ قائم کردیا جس میں مولانا مودودی بھی شامل تھے۔ انہوں نے مجھے پاکستان آنے کی دعوت دی جو میں نے قبول کی۔ مولانا کے گھر ہی ٹھہری۔ وہاں انہوں نے میری شادی ایک انتہائی نیک شخص محمد یوسف سے کرادی۔

(خان صاحب پہلے سے شادی شدہ اور عیال دار تھے)۔ میں نے یہ رشتہ بخوشی قبول کیا اپنے گھر مسرت اور سکون سے زندگی گزار رہی ہوں۔(۱۰)

طالبان کی قید میں رھنے والی نو مسلمہ ریڈ لی کے نزدیک پردہ کی اھمیت

مولانا محمد اسلم شیخوپوری لکھتے ہیں، ریڈ لی کا بیان ہے''میں پچھلی دفعہ قاہرہ آئی تو مجھے جامعہ ازہر کے شیخ طنطاوی نے صرف اس لئے انتہاپسند کہا کہ میں نے ان سے مصافحہ نہیں کیا۔ انتہاپسند اور اعتدال پسند کون ہیں؟ مجھے اس کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں، میں تو بس ایک سیدھی سادی مسلمان ہوں۔ میں کسی فقیہ یا کسی فرقے کی بجائے اپنے نبی اور آپ کی سنت کی پیروی کرتی ہوں کیا ایسا کر کے میں انتہاپسند بن گئی ہوں۔'' یہ اقتباس ہے:''ایوان ریڈلی'' کے اس خطاب کا جو اس نے قاہرہ میں ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ (WAMY) کے اجلاس میں 21 نومبر 2006ء میں کیا۔ یہ وہ مشہور خاتون ہیں جسے طالبان نے گرفتار کرلیا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب دنیا بھر کا میڈیا نہ صرف طالبان بلکہ ان کی آڑ میں ہر بنیاد پرست مسلمان کے خلاف زہر اُگل رہا تھا، پوری دنیا کو باور کرایا جارہا تھا کہ مسلمان انتہاپسند اور دہشت گرد ہوتے ہیں۔ وہ نہ جینے کا سلیقہ جانتے ہیں اور نہ ہی کسی کو زندہ اور خوش دیکھنا گوارا کرتے ہیں۔ وہ اعلیٰ انسانی اقدار سے ناآشنا اور عورتوں کے خاص طور پر دشمن ہیں۔ وہ انہیں کسی قسم کے حقوق دینے کے روادار نہیں۔ ریڈلی طالبان کی قید میں چند دن رہی اس نے ان کے اخلاق اور کردار دیکھ کر اپنے ہم مذہبوں کے پروپیگنڈوں کی حقیقت کو بھی سمجھ لیا اور اسلام کی حقانیت کے بارے میں بھی اسے

شرح صدر نصیب ہوگیا۔اس کا قبولِ اسلام کا اعلان استعماری دنیامیں کسی دھما کے سے کم نہیں تھا۔تب سے اب تک وہ مختلف مسائل پرایک جذبۂ ایمانی سے مسلسل لکھ رہی ہے۔چونکہ اسے ایمان وراثت میں نہیں ملا بلکہ اس نے پوری بصیرت کے ساتھ ایمان قبول کیا ہے اس لئے وہ جہاد اور پردہ جیسے مسائل پر کھل کر بولتی ہے۔وہ تاویل کرتی ہے نہ ہی کسی سے خوف کھاتی ہے۔اس نے جب برطانیہ کے وزیرِ خارجہ جیک اسٹرا کو پردے کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کرتے ہوئے سنا تو ایمانی جرات سے کہا:''میں ایک عورت ہونے کے ناطے کسی گورے اور ادھیڑ عمر کے مرد (جیک اسٹرا) کو یہ اختیار نہیں دے سکتی کہ وہ مجھے بتاتا پھرے کہ میں کیا پہنوں اور کیا نہ پہنوں؟ میں انہیں بتانا چاہتی ہوں کہ وہ میرے تو کیا، روئے زمین پر بسنے والی ہر بیٹی کے کپڑوں کی الماری سے دور رہیں۔''

ریڈلی، جیک اسٹرا جیسے کفروشرک میں سڑے ہوئے لوگوں کو تو دوبدو جواب دے لیتی ہے لیکن جب وہ دیکھتی ہے کہ مسلمانوں کی سب سے قدیم اور بڑی یونیورسٹی کا چانسلر اسے مصافحہ سے انکار کی وجہ سے انتہاپسند سمجھتا ہے تو اس کے دماغ میں آندھی چلنے لگتی ہے۔غیرمحرموں سے مصافحہ اور معانقہ سے بچنے کے لئے تو اس نے اسلام قبول کیا ہے، وہ حجاب ونقاب کو ایسا اشتہار سمجھتی ہے جو ہر ہوس ناک کو خبردار کررہا ہے کہ اس میں موجود شخصیت قابلِ احترام ہے۔اسے ہرکس وناکس چھو سکتا ہے نہ ہی دیکھ سکتا ہے۔مطالعہ اسلام اسے اجنبی مردوں کے ساتھ اختلاط کی اجازت نہیں دیتا اور وہ سختی کے ساتھ اس پر عمل کرتی ہے جبکہ موروثی مسلمان''روشن خیالی''اور''اعتدال پسندی'' کے خوشنما پردے میں مغربی تہذیب وثقافت کو سندِ جواز فراہم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔قاہرہ سے اسلام آباد تک ایسے بزرجمہروں کی کمی نہیں جو اسلامی تعلیمات کو (جن پر عمل کی انہیں کبھی توفیق نہیں ہوئی) مسلمانوں کی پسماندگی اور ضعف کا سبب قرار دیتے ہیں۔ریڈلی جب قاہرہ پہنچی تو اس نے اخبار میں وزیرِ ثقافت فاروق حسن کا بیان پڑھا جس میں اس نے نقاب کو پسماندگی قرار دیا تھا۔مہمان اور مسافر ہونے کے باوجود وہ تڑپ اُٹھی اور اس نے ورلڈ اسمبلی میں کہا:

''فاروق حسن کو یہ کہنے کی جسارت کیسے ہوئی؟ مصر کے نوجوان تماشا دیکھنے کی بجائے اس کی زبان کو لگام کیوں نہیں دیتے؟ یہ تو ہر اس عورت کی جس نے اپنے جسم کو ڈھانک کر رکھنے

کو پسند کیا ہے، توہین اور عزتِ نفس کو مجروح کرنے والی بات ہے۔ فاروق حسن اسلام کے لئے باعثِ ندامت ہے۔ وہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہمارے نوجوانوں کو اپنے دوغلے پن سے کیا پیغام دینا چاہتا ہے؟ نقاب، برقع اور حجاب تو وہ علامات ہیں جو آج نشے، بھنگ اور کھلی جنس پرستی جیسی منفی اقدار پر مبنی طرزِ زندگی کو مسترد کرنے کا پیغام دے رہی ہیں۔ اس میں مغرب کے لئے یہ پیغام ہے کہ ہمیں آپ کی طرح زندگی گزارنے کا کوئی شوق نہیں۔''

ریڈلی نے بالکل صحیح تشخیص اور تعبیر کی ہے۔ حجاب اور نقاب کا یہی وہ پیغام ہے جس نے مصالحت، مکالمہ، ڈائیلاگ اور امن پسندی کے سلوگن بلند کرنے والے اہلِ مغرب کو تلملاہٹ سے دوچار کر دیا ہے۔ وہ ہر انسان کو اَلا بَلا کھانے، پسند کا لباس پہننے اور مرضی کی زندگی گزارنے کی اجازت دینے کے باوجود مسلم خواتین کو باپردہ رہنے کی اجازت نہیں دے رہے۔ ان میں سے کسی کو باپردہ دیکھ کر ابکائی آنے لگتی ہے اور کوئی ڈپریشن کا شکار ہو جاتا ہے۔ پردہ پر اصرار کرنے والی انتہائی باصلاحیت اور ذہین خواتین کو درس و تدریس تک سے بے دخل کیا جا رہا ہے۔ وہ سمجھ گئے ہیں کہ پردہ صرف صنفِ نازک کی عزت و ناموس کا محافظ ہی نہیں بلکہ لعنتی تہذیب سے بغاوت کا اعلان بھی ہے۔ دجالی تہذیب کے علمبردار کسی صورت بھی اس پاکیزگی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ یہی حال ان کے طفیلیوں اور حاشیہ نشینوں کا بھی ہے جو ان کی نقالی میں فخر محسوس کرتے ہیں، ایسے ہی کاسہ لیسوں کے بارے میں ریڈلی کہتی ہیں:

''مجھے ان عرب نوجوانوں پر ہنسی آتی ہے جو مغرب سے زیادہ مغرب زدہ بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا انہیں معلوم ہے کہ ان حرکتوں سے وہ دنیا کی نظروں سے کس قدر گر رہے ہیں؟ ایسے وزیر (فاروق حسن) کو فوراً معزول کیا جائے جس نے ہر اس بہن کی توہین کی ہے جو اپنے جسم کو ڈھانکنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ وہ اعتدال پسندی جیسی بے معنی باتوں کی آڑ میں چہرہ چھپانا چاہتا ہے لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ وہ اس طرح دنیا کو کیا پیغام دینا چاہتا ہے؟ ہم ان نوجوانوں کو اعتدال پسند بننے کا مشورہ دیتے ہیں کیا اس سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ اسلام میں کوئی خرابی ہے جس کو چھپانے یا حل کرنے کی ضرورت ہے؟''

یہ مشورہ قاہرہ کے فاروق حسن ہی نہیں پاکستان کے پرویز مشرف بھی دے رہے ہیں۔ ان حضرات کے درباری انہیں ایسا عبقری قرار دے رہے ہیں جنہوں نے پندرہویں صدی میں ایک ایسی

حقیقت اور علمی اصطلاح دریافت کرلی ہے جس سے چودہ صدیوں کے مسلمان بے خبر رہے۔ وہ نہیں جانتے کہ یہ اصطلاح تو بہت پرانی ہے مگر اس کا جو مفہوم آج مراد لیا جارہا ہے یہ کبھی نہیں سمجھا گیا تھا۔ مغرب کے غلام اور لونڈیاں حقیقت میں دنیا کے سامنے اسلام کا ایک نیا ایڈیشن پیش کرنا چاہتے ہیں جس میں جہاد ہے نہ پردہ، حدود کا نظام بھی بے ضرر سا ہے۔ ریڈلی اس ایڈیشن کے مولفین اور متاثرین کے بارے میں کہتی ہیں:

''آج مغرب کے یہ زرخرید غلام اسلامی جماعتوں اور حکومتوں کو شریعت کے حوالے سے تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ خود نوجوانوں اور طلبہ پر مشتمل وہ تنظیمیں جنہوں نے مسلسل عراق اور فلسطین کے لئے مہم چلائی، ان کی زبانیں محض اس لئے خاموش ہیں کہ وہ اعتدال پسند کہلائے جائیں۔ برطانیہ میں آج کل ان لوگوں کی بھرمار ہے جن کو میں ''تالی بجانے والے'' کہتی ہوں۔ برطانیہ کی حکومت ان لوگوں کو ''من پسند اسلام'' کی تبلیغ کے لئے کینیڈا، امریکا، یمن اور موریطانیہ سے درآمد کرتی ہے۔ یہ لوگ ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں کو آلودہ کررہے ہیں اور اس سے پہلے کہ یہ ساری دنیا میں پھیل جائیں ہمیں ان کا سدباب کرنا چاہیے۔''

یہ مخلوق ہمارے ہاں بھی کافی تعداد میں ہے۔ کوئی محکمہ، کوئی شعبہ، کوئی شہر بلکہ کوئی چوراہا اس سے خالی نہیں ہے۔ ہمارے لئے عبرت کا مقام یہ ہے کہ محض تین سال قبل اسلام قبول کرنے والی خاتون ان تالی بجانے والوں کو پہچان گئی ہیں مگر ہمارے بہت سارے بھائی اور بہنیں انہیں اب تک نہیں پہنچان سکے۔ ان کا تالی بجانے اور بات کرنے کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ اچھے خاصے سمجھدار دھوکا کھا جاتے ہیں مگر آخرت کی فکر رکھنے والے انشاءاللہ اسلام کے چودہ سو سالہ پرانے ایڈیشن ہی کو سینے سے لگا کر رکھیں گے، کسی تالی بجانے والے گروہ کے نئے ایڈیشن سے ہرگز متاثر نہیں ہوں گے۔ (۱۱)

یہ ان ہزاروں خواتین میں سے چند خواتین ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر برضا ورغبت مسلمان ہوئیں اور اسلام کی مبلغہ بن گئیں اسلام اور مسلمانوں نے ان کی عزت وناموس میں اضافہ کیا اور معاشرہ میں خصوصی مقام عطا کیا جو تمام غیر مسلموں کیلئے نمونہ ہیں

حواشی و حوالہ جات

(۱) سورۃ الانعام/ ۱۰۸

(۲) سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۵۶

(۳) ال عمران۔ ۶۴

(۴) سورۃ الحج۔ ۴۰

(۵) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی۔ سنن ابوداؤد: جلد دوم: ص/ ۴۳۳ نامی پریس کانپور

(۶) یحییٰ بن آدم القرشی ۲۰۳ھ کتاب الخراج: ۸۲: مطبع المکتبۃ العلمیہ لاہور ۱۳۹۵ھ

(۷) بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری شریف: ۱: ۴۴۷ کرزن پریس دہلی

(۸) روزنامہ جنگ کراچی سنڈے میگزین ۲۵ دسمبر ۲۰۰۵ء

(۹) فاروقی، انجینئر محمد ارشد۔ رسول اللہ اور اسلام غیر مسلموں کا قبول اسلام، مطبوعہ ایجوکیشن پریس کراچی جون ۲۰۰۳ء ص/ ۱۱۱

(۱۰) ایضاً ص/ ۱۴۱

(۱۱) مضمون مطبوعہ روزنامہ اسلام کراچی مولانا محمد اسلم شیخوپوری

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کی قرآنی خدمات

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

(زیر طبع)

اورنگذیب عالمگیرؒ کی مذھبی رواداری کا نمونہ

مغلوں کے زمانے میں ہندو بڑے بڑے خطاب یافتہ، منصب داراور نہ صرف انتظامی بلکہ فوجی عہدوں پر مامور رہے، ہندونوازاکبر کا ذکر نہیں "متعصب" اورنگ زیب کے عہد کے خطاب یافتہ، اور منصب دار ہندوؤں کی فہرست بھی بڑی طویل ہے، چندنام یہ ہیں:

اراے رایان :تلوک چند

راؤ :انوپ سنگھ

راجہ :راجہ جسونت سنگھ، راجہ جے سنگھ کچھواہہ، راجہ اندر من، راجہ روپ سنگھ، راجہ پرم دیو سنگھ، راجہ کبیر سنگھ بھورتیہ، راجہ رام سنگھ، راجہ بھیم سنگھ، راجہ اندر سنگھ، راجہ بہادر سنگھ، راجہ مان سنگھ، راجہ انوپ سنگھ، راجہ ادویت سنگھ، راجہ باسدیو سنگھ، راجہ ستر سال بندیلہ، راجہ کشن سنگھ، راجہ رام چندر، راجہ درگاداس راٹھور، راجہ سروپ سنگھ، راجہ شیو سنگھ، راجہ کلیان سنگھ۔

منصب دار :راجہ بھیم سنگھ پنجہزاری، راجہ اندر سنگھ سہ ہزاری، راجہ بہادر سنگھ ہزاری پانصدی، راجہ مان سنگھ سہ ہزاری، سیواجی کا داماداچاپلی پنجہزاری مع نوبت و نقارہ، سیواجی کا بھتیجا ارجوجی دوہزاری، مانکرجی دوہزاری، راجہ انوپ سنگھ قلعہ دار، سیکری دوہزاری، راجہ امر دیپ سنگھ فوجدار دودنیم ہزاری، بشن سنگھ یک ہزاری و چارصدی، رام چند دودنیم برماری، بہاکونجارہ پنجہزاری، جکہیاسہ ہزاری، درگاداس راٹھور سہ ہزاری، سروپ سنگھ یک ہزاری، سوبھان قلعہ دار پنجہزاری مع خلعت ونقارہ، شیوسنگھ یک ہزاری ونیم ہزاری، راجہ کلیان سہ صدی۔

حکومت کے مختلف شعبوں میں اتنے ہندو تھے کہ ان کا شمار مشکل تھا، بڑے عہدوں میں صوبیدار اور سپہ سالار تک ہوئے۔